قبولیت دُعا کے خاص دنوں میں خصوصیت سے دُعائیں کرو
شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی تسلی کیلئے قسموں کا اعلان

(فرمودہ ۱۲؍نومبر ۱۹۳۷ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں آج بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن سحری کے وقت چونکہ نماز مَیں نے بغیر کافی گرم کپڑوں کے پڑھی، سردی لگ کر گلے پر نزلہ گرنے لگ گیا۔ اس لئے شاید میں اپنی آواز دور تک نہ پہنچا سکوں اور ممکن ہے میں اِس قدر لمبا نہ بول سکوں جس قدر بولنا چاہتا تھا۔

(اس موقع پر حضور نے ایک تار ملاحظہ کر کے فرمایا۔ کوئی دوست سردار خان صاحب بنارس کے رہنے والے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کا بچہ سخت بیمار ہے۔ دوست اس کی صحت کیلئے دعا کریں)۔

پھر فرمایا:-

سب سے پہلے تو میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور اس مہینے کا یہ پہلا جمعہ ہے۔ جس دن کے متعلق ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول کی معرفت یہ خبر دی گئی ہے کہ اس دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں مومن اپنے رب کے حضور جو دُعا بھی کرے خدا تعالیٰ اُس کو قبول کرتا ہے اور رمضان وہ مہینہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ

وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ [1] کہ رمضان کے ایام ایسے مبارک ہیں کہ ان دنوں کی عبادتوں کے بعد جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو تُو انہیں کہہ دے کہ میں بالکل قریب ہوں۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ جب مجھے کوئی پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ گویا رمضان کی راتیں دعاؤں کی قبولیت کیلئے خاص ہیں اور جمعہ کے دن دعاؤں کی قبولیت کیلئے مخصوص ہیں۔ جس کے معنے یہ ہوئے کہ رمضان کے مہینہ میں جو جمعہ آتا ہے وہ ایسا بابرکت ہوتا ہے کہ نہ صرف اس دن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں بلکہ اس رات کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ دوسرے جمعوں میں صرف دن کے وقت دعاؤں کی قبولیت کی بشارت ہے اور رمضان میں سے صرف رمضان کی راتوں میں قبولیتِ دعا کا ارشاد ہے مگر جب جمعہ اور رمضان اکٹھے ہو جائیں تو ایک ارشاد کے ماتحت دن کو دعائیں سُنی جاتی ہیں اور دوسرے ارشاد کے ماتحت رات کو دعائیں سُنی جاتی ہیں۔ پس ان دنوں سے فائدہ اُٹھانا چاہئے اور جیسا کہ ہمارے ملک میں عام رواج ہے کہ جب لوگ کسی کو خط لکھتے ہیں تو اس میں اپنے متعلق خاکسار، نابکار، شرمسار، گنہگار یا حقیر، ناچیز اور بندۂ ذلیل وغیرہ الفاظ لکھتے ہیں۔ یا بات بھی کرتے ہیں تو کہتے ہیں مَیں تو کیا ہوں خاکِ پا ہوں۔ سو ہماری ان منکسرانہ دعا میں اگر ذرہ بھر بھی حقیقت پائی جاتی ہو تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں پوری طرح اپنی کمزوریوں کا اقرار اور اپنی غلطیوں کا اعتراف ہے اور اگر ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف اور اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتے ہوں تو اس میں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس عظیم الشان مقصد کیلئے جو ہمارے جیسے کمزور آدمیوں کے سپرد کیا گیا ہے ہمارے لئے دعائیں کرنا نہایت ضروری ہے اور کوئی راستباز اسے نظر انداز نہیں کرسکتا۔

اگر ہم واقعہ میں کمزور اور ناتواں ہیں اور اگر واقعہ میں وہ کام جو ہمارے سپرد کیا گیا نہایت ہی اہم اور مشکل ہے تو سوال یہ ہے کہ ایسا کام ہم سے کس طرح سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ ادھر یہ کام اپنے اتمام کیلئے ایک بہت بڑی طاقت چاہتا ہے اور اُدھر ہم سخت کمزور اور ناتواں ہیں۔ ان حالات میں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنی پڑے گی۔

(۱) یا تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے ان دونوں دعووں میں سے ایک دعویٰ غلط ہے۔ یعنی یا تو ہمارا انکسار کا دعویٰ غلط ہے اور یا ہمارا یہ دعویٰ غلط ہے کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔

(۲) اگر ہمارے یہ دونوں دعوے صحیح ہوں اور ایک بھی ان میں سے غلط نہ ہو تو پھر ہمیں یہ

تسلیم کرنا پڑے گا کہ یا تو اس کام نے ہونا ہی نہیں اور یا پھر یہ کہ اس کام کے سرانجام دینے کیلئے خدا تعالیٰ نے ہماری کوششوں کے سِوا کوئی اور ذرائع بھی مقرر فرمائے ہیں۔ چونکہ یہ تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے کہ اس کام نے ضرور ہو کر رہنا ہے۔ اس لئے آخری نتیجہ پھر بھی یہی نکلتا ہے کہ اس کام کیلئے ہماری کوششوں کے علاوہ کوئی اور ذرائع اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اور جب ہم یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ جائیں تو اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے جو ہمارے سامنے ہے، ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں کہ اے خدا! ہمارے ہاتھوں سے تو یہ مقصد پورا ہونے کا نہیں۔ تیرے حکم کے ماتحت ہم ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن تو بھی اپنے فضل سے ان مخفی ذرائع کو ظاہر کر اور ہماری تائید میں لگا دے جو تُو نے اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے مقرر فرمائے ہیں تاکہ یہ ناممکن کام ممکن ہو جائے اور ہماری خواب ایک حقیقت کی شکل میں تبدیل ہو جائے۔

اصل حقیقت یہی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے صرف ظاہری آلہ بنایا ہے ورنہ اصل آلۂ کار جس سے اُس نے دنیا کو فتح کرنا ہے اَور ہے۔ ہماری مثال ویسی ہی ہے جیسے محمد ﷺ نے کنکر اُٹھا کر بدر کے دن پھینکے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [2] کہ یہ تمہارا کنکر پھینکنا، تمہارا کنکر پھینکنا نہیں بلکہ خدا کا کنکر پھینکنا ہے۔ اگر یہ کنکر تم پھینکتے تو ان کنکروں کا کیا تھا، تھوڑی دور جا کر یہ زمین پر گر پڑتے۔ مگر یہ تم نے کنکر نہیں پھینکے بلکہ ہم نے پھینکے۔ اِدھر تمہارا ہاتھ ہِلا اُدھر ہم نے آندھی کو بھی ساتھ ہی چلا دیا اور اُس نے کروڑوں کروڑ اور اربوں ارب اور کنکر اُٹھا کر کفار کی آنکھوں میں ڈال دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار بالکل حملہ نہ کر سکے۔ کیونکہ جو سوار سامنے کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتا اس نے دشمن کا مقابلہ کیا کرنا ہے۔ غرض سب حالات کو دیکھ کر ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ہماری حیثیت بدر کے ان کنکروں کی سی ہے جنہیں محمد ﷺ نے اپنی مٹھی میں لیا اور کفار کی طرف پھینکا۔ اُن کنکروں نے کفار کو اندھا نہیں کیا تھا جو رسول کریم ﷺ نے پھینکے بلکہ اُن کنکروں نے کفار کو اندھا کیا جو خدا تعالیٰ نے آندھی کے ذریعہ اُڑائے۔ پس ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے سِوا کوئی اور آلہ ہے جس نے کام کرنا ہے اور کوئی اور سامان پیدا کئے گئے ہیں جنہوں نے اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کرنا ہے اور وہ آلہ اور وہ ہتھیار جن سے دنیا پر اسلام کو غالب کیا جا سکتا ہے بندے کی وہ دعائیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں اور خدا تعالیٰ کا فضل ہی ہے جس سے ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔

صرف یہی چیز ہے جس پر ہماری فتح اور کامیابی مقدر ہے۔ اور چونکہ یہ دن خصوصیت سے دعاؤں کے دن ہیں اس لئے ہمیں یہ بات بھولنی نہیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور بِالالتزام یہ دعا کریں کہ وہ اسلام اور احمدیت کی فتح کے سامان پیدا کرے۔ ہماری کمزوریوں کو دور کرے، ہماری کوتاہیوں سے چشم پوشی کرے، ہماری خطاؤں کو معاف کرے اور اپنے فضل سے ہمیں وہ سامان عطا فرمائے جن سامانوں سے ہمارا مقصود ہمیں حاصل ہو۔ کیونکہ گو ہم کمزور ہیں مگر کام اُسی کا ہے اور ہماری شکست اور ناکامی اُسی کے جلال کے ظہور میں حارج ہوگی۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور کثرت سے دعائیں کرنی چاہئیں تا ہماری غفلتوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا جلال پوشیدہ نہ ہو جائے اور ہماری کوتاہیاں نادانوں کی نگاہ میں اس کی شکست قرار نہ پائیں اور وہ اپنے فضل سے اپنے نام، اپنے جلال اور اپنی عزت کے ظہور کیلئے ہمارے کمزور ہاتھوں میں وہ طاقت پیدا کر دے جو کام کو سرانجام دینے کیلئے ضروری ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی جماعت کے افراد کیلئے بھی دعائیں کرو اور اپنے اہل وعیال اور دوستوں اور عزیزوں کیلئے بھی دعائیں کرو تا اللہ تعالیٰ ہم سب میں حقیقی تقویٰ پیدا کرے۔

یہ امر اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جب تک نیکی اور تقویٰ دنیا میں قائم نہیں ہو جاتا، ہمیں وہ ثمرات میسر نہیں آسکتے جو ہمارے لئے مقدر ہیں۔ ایک انسان میں غلطیاں بھی ہوں، وہ گنہگار بھی ہو، وہ قصوروار بھی ہو مگر جب تک اُس کے دل میں تقویٰ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو ڈھانپتا چلا جاتا ہے اور بِالآخر اُسے توبہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ پس سب سے پہلے جماعت کے افراد کیلئے دُعا کرو اور اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں اور دوستوں کیلئے بھی کہ ہم میں سے ہر شخص کو تقویٰ اللہ نصیب ہو۔ تقویٰ خدا تعالیٰ کی خشیت اور خوف کو کہا جاتا ہے اور جب تک کسی شخص کے دل میں اُس کا خوف رہتا ہے اُس وقت تک وہ گناہ کی حالت میں بھی خدا کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ کیونکہ گو گناہ ایک کمزوری کی علامت ہے مگر خشیت اللہ کے معنے ہیں خدا کی محبت۔ اور گو خشیت خوف کو کہا جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا ڈر ایسا نہیں ہوتا جیسے سانپ کے زہر سے انسان ڈرتا ہے۔ اس کے ڈر کے معنے اُس کی محبت کے ہی ہوتے ہیں اور درحقیقت محبتِ الٰہی کا ہی دوسرا نام خشیت اللہ اور تقویٰ اللہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی چیز ہے کہ جس دل میں اس کا ایک شمہ بھی باقی ہو اُس کا تباہ ہونا بڑا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی اِس بات کو برداشت نہیں کرسکتی کہ جس شخص کے دل میں اس کی سچی محبت ہو وہ اسے ضائع

کر دے۔اس لئے یا تو وہ ایسے شخص کو توبہ کی توفیق دے دیتا ہے یا انسان اگر کبھی غفلت سے تقویٰ کا بیج اپنے دل سے بالکل ضائع کر دے تو اُس وقت اُسے سزا دیتا ہے۔مگر جب تک کسی انسان کے دل میں تقویٰ قائم رہتا ہے اُسے سزا اِس رنگ میں کبھی نہیں ملتی جو اُسے تباہ کر دے اور ایسے شخص کی نجات نہ صرف ممکن بلکہ سہل الحصول ہوتی ہے۔اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کا اکلوتا بچہ ہو اور اس کی ماں بڑھیا ہو۔یا بڑھیا تو نہ ہومگر اس کا خاوند مر چکا ہو۔ایسی ماں اور ایسے بچہ میں بھی کبھی لڑائی ہو جاتی ہے۔اختلاف بے شک بُری شَے ہے لیکن کبھی نہ کبھی عزیز ترین وجودوں میں بھی اور ایسے ماں بچے میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔اس وقت اس بچہ کی ماں اس پر ناراض ہو جاتی ہے۔لیکن ماں کی ناراضگی ایسی ہی ہوتی ہے کہ اُدھر وہ خفا ہو کر منہ ایک طرف کر لیتی ہے اور ادھر کنکھیوں سے اُسے دیکھتی بھی جاتی ہے تا بچہ میں اگر ذرا سی بھی تبدیلی یا رغبت پیدا ہو تو وہ اسے دَوڑ کر گود میں اُٹھا لے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب تین صحابہ سے ایک غلطی ہوئی اور وہ باوجود جنگ میں شامل ہونے کی طاقت رکھنے کے شامل نہ ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ سزا دی کہ ان کے بیوی بچے ان سے الگ کر لئے۔ان سے بولنا منع کر دیا،ان سے لین دین کے تعلقات رکھنے ممنوع قرار دے دیئے اور ان سے تمام مسلمانوں کو ہر قسم کا معاملہ کرنے سے روک دیا۔تو انہی تین شخصوں میں سے ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتا آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا اور پھر دیکھا کہ جواب میں آپ کے ہونٹ ہلتے ہیں یا نہیں۔وہ چونکہ یہ جانتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے بولنا منع کیا ہوا ہے تو آپ اونچی آواز سے جواب نہیں دیں گے۔اس لئے وہ سلام کہہ کر آپ کے ہونٹوں کی طرف دیکھتا اور خیال کرتا کہ شاید آپ منہ میں میرے سلام کا جواب دے دیں۔مگر جب دیکھتا کہ آپ کے ہونٹ نہیں ہلے تو گھبرا کر مسجد سے باہر آ جاتا۔اور پھر دوبارہ جا کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا اور خیال کرتا کہ شاید پہلی دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز نہیں سنی اور سلام کہہ کر پھر غور سے دیکھتا کہ آپ کے ہونٹ جواب میں ہلے ہیں یا نہیں۔مگر جب دیکھتا کہ نہیں ہلے تو پھر چلا جاتا اور خیال کرتا کہ دونوں دفعہ میری آنکھیں چوک گئی ہیں اور پھر تیسری دفعہ جا کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا اور آپ کے ہونٹوں کو خوب غور سے دیکھتا رہتا کہ ان میں حرکت پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔وہ صحابی کہتے ہیں کہ بار بار اس

طرح کرنے پر بھی رسول کریم ﷺ کے ہونٹوں میں مجھے کوئی حرکت نظر نہ آتی۔ یہ وہ شخص تھا جو خطا کار تھا، جو گنہگار تھا اور اسے اپنے ایک قصور کی وجہ سے سزا ملی تھی مگر اس کے دل سے محمد ﷺ کی محبت نہیں گئی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ خدا میرا قصور معاف کرے اور پھر مجھے اپنے دامنِ رحمت میں لے لے۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ جو حکم آپ نے تمام مسلمانوں کو دیا تھا آپ کے لئے بھی اس کی تعمیل ضروری تھی۔ مگر وہ روایت کرتے ہیں کہ مجلس میں جب میرا کسی دوسری طرف دھیان ہوتا اور یکدم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑتی تو مجھے دکھائی دیتا کہ آپ کنکھیوں سے میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اب دیکھو ایک طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی جو آپ نے تمام مسلمانوں کو دیا خود بھی تعمیل کرتے اور سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔ مگر دوسری طرف اسے کنکھیوں سے دیکھتے بھی جاتے ہیں۔[۳] یہ معلوم کرنے کیلئے کہ توبہ اور حقیقی ندامت کے آثار پوری طرح اس میں ظاہر ہوئے ہیں یا نہیں ہوئے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو محبت رکھتا ہے، اس کا بھی رسول کریم ﷺ نے ایک مثال میں ذکر فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول کریم ﷺ کی محبت بھی ایک بڑی چیز تھی مگر خدا کی محبت تو بہت ہی بڑی چیز ہے۔ اور کسی انسان کی محبت خواہ وہ محمد ﷺ ہی کیوں نہ ہوں، اس حد تک کہاں پہنچ سکتی ہے جس حد تک خدا تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے۔ وہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ[۴] ہے اور اس سے کسی کو کوئی مشارکت نہیں، خواہ وہ نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو۔ پس رسول کریم ﷺ کی محبت کا جب یہ نمونہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا کیا کہنا۔ وہ جس محبت اور پیار سے بندے کی طرف دیکھتا ہے اُس کا نقشہ ہم نہیں کھینچ سکتے۔ ہم جب اُس کی جنت کا نقشہ نہیں کھینچ سکتے تو اُس کی محبت کا نقشہ کس طرح کھینچ سکتے ہیں۔ بندوں کے متعلق ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ان کے اعمال کی کیفیت بیان کر سکتے ہیں، ان کے قلوب کی کیفیت بیان نہیں کر سکتے۔ پھر خدا تعالیٰ جس کے افعال کو بھی ہم نہیں سمجھ سکتے، اُس کی کیفیت محبت کو ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی مثالوں سے حقیقت قریب کی جا سکتی ہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کو مثالوں سے ہی سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے۔ بدر کی جنگ میں جب دشمن شکست کھا چکا۔ جب مسلمانوں کی تلواریں کفار کی گردنیں اُڑا رہی تھیں۔ جب بڑے بڑے جری سپاہی اپنی سواریوں پر بیٹھے پورے زور سے اُنہیں کوڑے مار کر بھگائے لے جا رہے تھے تا جتنی جلد وہ مسلمانوں کی فوج سے دور پہنچ سکتے

ہوں پہنچ جائیں۔ اُس وقت ایک عورت دیوانہ وار میدانِ جنگ میں پھرنے لگی اور بغیر اس خیال کے کہ کوئی مسلمان سپاہی اُسے گرفتار کرلے گا، وہ ایک جوش اور جنون کی حالت میں کبھی ایک بچہ کو اٹھاتی اور کبھی دوسرے کو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا تمہیں پتہ ہے یہ عورت کیوں اس میدان میں گھبرائی ہوئی پھر رہی ہے؟ پھر خود ہی فرمایا اس عورت کا بچہ کھو گیا ہے اور یہ اسے تلاش کررہی ہے۔ مگر دیکھو اپنے بچہ کی محبت میں اسے یہ ہوش ہی نہیں کہ یہاں کیا تباہی مچی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ عورت اس میدان میں جونہی کسی بچہ کو دیکھتی دَوڑ کر اُس سے چمٹ جاتی اور اسے گلے لگا لیتی اور جب دیکھتی کہ وہ اس کا بچہ نہیں تو اسے پیار کر کے چھوڑ دیتی۔ پھر آگے بڑھتی اور جب کوئی اور بچہ اسے نظر آتا تو دَوڑ کر اُسے گلے لگا لیتی اور جب دیکھتی کہ وہ بھی اس کا بچہ نہیں تو اسے بھی پیار کر کے چھوڑ دیتی اور پھر دیوانہ وار اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگ جاتی۔ آخر اِسی طرح تلاش کرتے کرتے اُسے اپنا بچہ مل گیا۔ اُس نے اپنے بچہ کو گلے سے چمٹا لیا اور چھاتی سے لگا کر اسے پیار کرنے لگی اور پھر نہایت اطمینان سے وہیں بیٹھ گئی اور دنیا جہان سے بالکل غافل ہوگئی۔ وہ اس بات کو بھول گئی کہ یہاں کوئی جنگ ہورہی ہے، وہ اس بات کو بھول گئی کہ یہاں لوگ قتل ہورہے ہیں، وہ اس بات کو بھول گئی کہ یہاں ہر لمحہ جان جانے کا خطرہ ہے۔ وہ دنیا وَمَافِیْهَا سے غافل ہوگئی اور جب اسے اپنا بچہ مل گیا تو اس نے سمجھا کہ اب میرے لئے امن ہی امن ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا تم نے اِس عورت کو دیکھا جب اسے اپنا بچہ مل گیا تو یہ کس اطمینان سے بیٹھ گئی لیکن جب کھویا ہوا تھا تو کیسی مضطرب اور بے قرار تھی۔ پھر آپ نے فرمایا یہی مثال اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کی ہے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے جو بندہ اپنے گناہوں اور اپنی خطاؤں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو کھو دیتا ہے اس کا خدا تعالیٰ کو ایسا ہی قلق ہوتا ہے جیسے اس عورت کو اپنے بچہ کے کھوئے جانے پر ہوا۔ اور پھر جب بندہ توبہ کر کے اس کی طرف واپس آتا ہے تو اسے ویسی ہی خوشی ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جیسی اس عورت کو اپنا بچہ ملنے پر ہوئی۔[۵]

تو ہمارا خدا ہمیں بخشنے کیلئے تیار ہے بشرطیکہ ہم اس کی بخشش کو ڈھونڈنے کیلئے تیار ہوں۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ ہم کب اس کی طرف بڑھتے ہیں۔ وہ ہمارا انتظار کررہا ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے جائز ہوتے تو میں کہتا کہ وہ مضطرب ہے۔ وہ ایک گھبراہٹ اور قلق میں ہے کہ میرا بندہ میرے پاس کیوں نہیں آتا۔ دیر صرف ہماری ہی طرف سے ہے، کوتاہی صرف ہماری ہی

ہے ورنہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا، اُس کے حضور توبہ کرتا اور اس سے درخواست معافی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی بخشش اُس کو ڈھانپ لیتی ہے اور نہ صرف اُس کے گناہوں کو بھول جاتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی بھلوا دیتی ہے۔ تبھی خدا تعالیٰ کا نام ساتر نہیں بلکہ ستار ہے اور ستار وہ ہوتا ہے جس میں صفت ستر کی تکرار اور شدت ائی جائے۔ دنیا صرف ساتر ہوسکتی ہے یعنی یہ ہوسکتا ہے کہ اگر کسی کو کسی کے گناہ کا علم ہو تو وہ اُسے بیان نہ کرے مگر وہ دوسروں کے ذہن سے کسی کے گناہ کا علم نہیں نکال سکتا۔ مگر خدا تعالیٰ چونکہ قادر ہے اِس لئے اُس نے کہا کہ میں ساتر نہیں بلکہ ستّار ہوں۔ یعنی میں صرف یہی نہیں کرتا کہ بندوں کے گناہ معاف کر دیتا ہوں بلکہ میں لوگوں کے ذہنوں سے بھی ان گناہوں کی یاد نکال دیتا ہوں اور انہیں یاد بھی نہیں رہتا کہ فلاں نے کبھی فلاں گناہ کیا تھا۔ اگر خدا تعالیٰ ستار نہ ہوتا تو گنہگار کیلئے جنت میں بھی امن نہ ہوتا۔ وہ ہر شخص کی طرف دیکھتا اور کہتا اس کو میرے گناہ کا علم ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کہ فرمایا کہ میں ستار ہوں اور میں نہ صرف لوگوں کے گناہ معاف کرتا ہوں بلکہ لوگوں کے حافظوں پر بھی تصرف کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ دوسروں کو اس کا گناہ یاد ہی نہیں رہتا۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی ہمیشہ سے ہی نیک تھا۔ یہ ہمیشہ سے ہی پاکیزہ خصائل رکھنے والا تھا۔ تو ہمارا واسطہ ایک ستارالعیوب اور غفارالذنوب خدا سے ہے۔ جو نہ صرف ہمیں بخشنے کیلئے تیار ہے بلکہ وہ ہماری کھوئی ہوئی عزت ہمیں واپس دینے اور اسے دوبارہ دنیا میں قائم کر دینے کیلئے آمادہ ہے۔ وہ نہ صرف مزید عزت دیتا بلکہ پہلی بدنامی کو بھی دور کر دیتا ہے۔ ایسے خدا کی خاطر جو ہماری عزت کا اتنا خیال رکھتا ہے کونسی قربانی ہے جو بڑی ہوسکتی ہے۔ یقیناً اس کی خاطر ہر قربانی حقیر اور ذلیل ہے اور اس کیلئے ایک عزت کیا اگر ہزار عزتیں بھی قربان کرنی پڑیں تو وہ گراں نہیں ہوسکتیں کیونکہ عزتیں اُسی کی طرف سے آتی ہیں اور ذلتوں کو بھی وہی دور کرتا ہے۔

پس دعائیں کرو اپنے لئے، سلسلہ کیلئے اور ان تمام روکوں کے دور ہونے کیلئے جو ترقی سلسلہ کی راہ میں حائل ہیں تا اللہ تعالیٰ ہمارے قصوروں اور ہماری غلطیوں کو معاف کرے اور ہمارے اندر ایسی طاقت پیدا کر دے کہ جس طاقت سے کام لیتے ہوئے ہم اس کے دین کو دنیا کے تمام اَدیان پر غالب کرسکیں اور اُس کے دین کے سچے خادم بن جائیں۔ ایسے خادم جن کے دلوں میں رات دن یہی خیالات موجزن رہیں کہ اس کے دین کو بلند کریں۔ اس کے نام کو اونچا کریں اور اُس کی عزت کو غالب کریں۔ اور ہمارے اعمال میں اپنے فضل سے ایسی طاقت اور قوت بھر دے کہ دشمنوں کی طاقت اور قوت ہمارے

مقابلہ میں ہیچ اور ذلیل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو نہ صرف معاف کرے بلکہ ہمارے دلوں میں گناہوں سے ایسی نفرت پیدا کر دے کہ ہم اس کے احکام توڑنے کو اپنے لئے زہر سمجھیں جسے کوئی عقلمند پینے کیلئے تیار نہیں ہوتا اور نیکیوں اور بھلائیوں اور خیرات کی ایسی محبت پیدا کر دے کہ جس طرح جسم کا کوئی حصہ جُدا کرنے سے انسان کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اسی طرح نیکیوں کو چھوڑنا ہمارے لئے تکلیف اور دُکھ کا موجب ہو اور تقویٰ ہمارے دل میں مضبوطی سے قائم ہو اور اُس کی محبت ہماری غذا اور اُس کا عشق ہماری دوا ہو۔ حتّٰی کہ ہمارا اُٹھنا، ہمارا بیٹھنا، ہمارا سونا، ہمارا جاگنا، ہمارا کھانا، ہمارا پینا، ہمارا چلنا، ہمارا پھرنا، ہمارا جینا اور ہمارا مرنا سب خدا کیلئے ہو اور ہماری زندگی کی ہر گھڑی اُس کی محبت میں گزرے اور اُس سے جدائی کی کوئی ساعت ہم پر نہ آئے۔ یہاں تک کہ جب ہم اِس دنیا سے رُخصت ہو کر اگلے جہان میں جائیں تو اسی کے وصال کا ابدی جام ہمیں پلا دیا جائے۔ ایسا جام جو پھر ہمارے ہونٹوں سے کبھی نہ ہٹایا جائے اور وہ ہماری ہی چیز بن جائے اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ۔

اس کے بعد میں اس امر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کے متعلق سفر سے پہلے میں نے کہا تھا کہ میں ایک بات بیان کرنی چاہتا ہوں۔ مگر اس کیلئے قادیان میں میرا موجود ہونا ضروری ہے تا اگر ضرورت محسوس ہو تو بعد کے خطبات میں اس پر مزید روشنی ڈالی جا سکے۔ وہ بات یہ ہے کہ میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے متعلق ایک امر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو میں ان کو براہِ راست بوجہ موجودہ تعلقات کی نوعیت کے کہنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اس خطبہ کے ذریعہ سے کہتا ہوں تا دوسرے لوگ بھی سُن لیں اور شیخ صاحب تک بھی بات پہنچ جائے۔ آگے ان کی مرضی ہے وہ جس طرح چاہیں کریں، میری طرف سے ان پر حجت پوری ہو جائے گی۔ جیسا کہ میں نے قادیان سے جانے سے پہلے بیان کیا تھا میرا ارادہ تو پہلے ہی اِس بات کو کہنے کا تھا لیکن اس سفر کے دوران میں ایک رؤیا ہوا جس سے میں نے یہ سمجھا کہ الٰہی منشاء بھی یہی ہے کہ میں اُن پر حجت تمام کر دوں۔

جس وقت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا تیسرا خط مجھے آیا اور دوستوں کو بُلا کر میں نے ان کے متعلق مشورہ لیا ہے تو اُس وقت میں ایک تحریر لکھ کر اُس مجلس میں لے گیا تھا۔ اور میرا منشاء تھا کہ ان خطوں کے جواب میں وہ تحریر انہیں بھجوا دوں۔ اس تحریر میں مَیں نے لکھا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ کو استخارہ اور دعا کی طرف توجہ دلاؤں تا خدا تعالیٰ کے حضور میں مجرم ٹھہریں۔ لیکن افسوس کہ آپ نے اس

راستہ کو بند کر دیا۔ اب میں مجبوراً آپ کے آخری خط کے جواب میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ آپ کا خط افتراؤں، بہتانوں اور کذب سے پُر ہے (میرا یہ مطلب نہ تھا کہ شیخ صاحب نے خود افترا کیا بلکہ یہ کہ جس نے بھی ان تک یہ باتیں پہنچائی ہیں، اس نے افتراء، کذب اور جعلسازی سے کام لیا ہے اور شیخ صاحب کے بُغض نے اس پر مزید رنگ آمیزی کر دی)۔ اب اگر آپ اپنے دعویٰ میں مصر ہوں اور دوسروں کے بہتانوں پر قسم کھانے کی غیر متقیانہ جسارت رکھتے ہوں تو آپ بھی اپنے خط کے نیچے لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ لکھ کر بھجوا دیں کہ آپ نے بزعم خود جو واقعات اس خط میں لکھے ہیں یا جو باتیں بیان کی ہیں، وہ سچی ہیں اور ان کے کہنے کا خدا اور اس کے رسول نے آپ کو حق دیا ہے۔ اور یہ کہ اگر آپ کا عمل خدا اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو تو آپ پر اور آپ کے خاندان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ میرا منشاء یہ تھا کہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ کے ماتحت دیئے ہوئے حکم پر کہ ایسے امور پر مباہلہ نہیں ہوتا بلکہ گواہیاں ہوتی ہیں اور مباہلہ کے مطالبہ کا حق صرف اس شخص کو ہے جس پر الزام لگایا گیا ہو نہ کہ الزام لگانے والے کو، تا کہ وہ دیکھ لے کہ جو شخص اس کے مقابل پر ہے مباہلہ کے قابل بھی ہے یا نہیں، نہایت یقین کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں۔ اس لئے شیخ صاحب کی طرف سے کسی ایسے مطالبہ کے پیش ہونے سے پہلے ہی یہ قسم کھا دوں تا کہ ان کے مطالبہ کے بعد یہ راستہ میرے عقیدہ کے مطابق میرے لئے بند نہ ہو جائے۔ جب میں نے دوستوں کو مضمون سنایا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اس رنگ میں ان کے جواب کی ضرورت نہیں وہ ایسے گندے الزام لگا کر اور گستاخی کے مرتکب ہو کر خود ہی جماعت سے الگ ہو گئے ہیں۔ ان کی جماعت سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہئے۔ پھر جب وہ خود اپنے الزامات شائع کریں گے تو اس قسم کی تردید کا موقع بھی آ جائے گا۔ چنانچہ ان کے مشورہ کے مطابق میں نے وہ مضمون لکھا جو پہلے شائع ہو چکا ہے۔ بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوستوں کا مشورہ بھی نہایت بابرکت تھا۔ کیونکہ ممکن تھا کہ میرے جواب سے معاملہ دب جاتا اور پھوڑا اندر ہی اندر پکتا رہتا۔ لیکن جیسا کہ اب معاملہ ہے اس مرض کا ظاہر ہونا سلسلہ کے مفاد کیلئے ضروری تھا تا کئی لوگ جو اس قسم کی ناپاک سازشوں میں ملوث تھے ظاہر ہو جائیں اور یہ فتنہ بڑھنے سے رُک جائے۔ لیکن میں ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ اِس قسم کی تحریر جو میں نے لکھی تھی وہ بھی یقیناً بعض اور لحاظ سے مفید ہو سکتی تھی۔ بہرحال وہ وقت تو گیا اور اُس وقت کے دعا اور انابت کے موقع کو بھی شیخ صاحب نے

ضائع کر دیا اور میں بھی ان کو اس طرف توجہ نہ دلا سکا۔ کیونکہ میں یہ خیال کرتا رہا کہ ان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے تو انہیں نصیحت کروں۔ اور بعد میں خود انہوں نے اس دروازہ کو بند کر دیا اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ مگر ہمارا خدا ایسا رحم کرنے والا ہے کہ آج بھی ان کیلئے توبہ کا دروازہ بند نہیں۔ اور اسی کی طرف میں آج ان کی توجہ پھرانی چاہتا ہوں۔ اب بھی اگر وہ خشیت اللہ سے کام لے کر اللہ تعالیٰ سے ہدایت چاہیں اور موذیانہ طرز کو چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ سے بعید نہیں کہ ان کی ہدایت کا راستہ کھول دے۔ اللہ تعالیٰ رمضان میں دعائیں سنتا ہے۔ شاید سندھ جانے سے پہلے مجھے اسی لئے بولنے کا موقع نہ ملا ہو کہ میں رمضان میں یہ خطبہ کروں اور ان کو ان ایام سے فائدہ اُٹھانے کا موقع مل جائے۔

پس میں اس خطبہ کے ذریعہ ان کو توجہ دلاتا ہوں۔ ان تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کبھی میرے اور ان کے درمیان تھے اور ان تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ان کے سلسلہ سے تھے کہ وہ بجائے ان باتوں پر زور دینے کے جو اُن کی عقل کی پیداوار کردہ ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور کم سے کم چالیس دن استخارہ اور دُعا کریں اور کہیں کہ اے خدا! جس راستہ پر میں اس وقت چل رہا ہوں اگر یہ راستی اور ہدایت کا راستہ نہیں بلکہ گمراہی اور ضلالت کی راہ ہے اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے کا موجب ہے او رتیری رضا اِس میں نہیں ہے تو تُو مجھے اِس راستہ پر چلنے سے بچالے اور مجھے ہدایت دے اور اگر میں راستی اور ہدایت پر ہوں اور تیری رضا کی راہ پر چل رہا ہوں تو تُو خود میرے لئے ایسی روشنی پیدا کر دے جس روشنی کی بناء پر میں اِس راستہ پر قائم رہوں۔

جیسا کہ بعض دوستوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے، میں سمجھتا ہوں ان کو بھی یہ معلوم ہے کہ ان کی حالت جو آج ہوئی ہے اس کی خدا نے آج سے بائیس سال پہلے مجھے خبر دے دی تھی۔ جب شیخ صاحب مصر سے واپس آئے ہیں اُس وقت مجھے ایک رؤیا ہوا جس میں مجھے بتایا گیا کہ شیخ صاحب کا خیال رکھنا یہ مرتد ہو جائیں گے شاید میرے اس رؤیا کے اور بھی گواہ ہوں مگر دو گواہ تو مَیں یقینی طور پر پیش کر دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک گواہ کے متعلق شاید وہ یہ کہہ دیں کہ ان کی گواہی کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ عام لوگ گواہ کے رُتبہ اور مقامِ اخلاص کو نہیں دیکھتے، وہ صرف یہ دیکھ کر کہ وہ ماتحتی میں کام کرتا ہے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول دے گا۔ لیکن اگر وہ اس گواہ کے رُتبہ اور مقام کو مدنظر رکھیں تو میں سمجھتا ہوں وہ اس گواہ کی گواہی کو بھی ردّ نہیں کریں گے۔ خصوصاً جبکہ ایک آزاد گواہی اس کے ساتھ شامل ہے۔ یہ گواہ

مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب ہیں۔ مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے ارتداد کے متعلق جو رؤیا دیکھا اور جس کا میں نے انہی دنوں ذکر کر دیا تھا یہ تھا کہ شیخ صاحب کا خیال رکھا جائے وہ عیسائی ہو جائیں گے۔ مجھے جس قدر اس خواب کی تعبیر یاد ہے وہ یہی ہے کہ ان کے دین کی خرابی کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ چنانچہ میں نے اس رؤیا کی بناء پر صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائی کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ خواب میں یہ تھا کہ عیسائی ہونے کا خطرہ ہے۔ اگر یہ بھی ہو تب بھی عیسائی سے مراد ضرور عیسائی ہونا نہیں بلکہ عیسائیوں والی کوئی خاص صفت بھی ہوسکتی ہے۔ اور عیسائیوں کا یہ مشہور عیب ہے کہ وہ دوسرے بزرگوں پر عیب لگانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور ان کے مذہب کی بنیاد اِس پر ہے کہ سب انبیاء بدکار تھے سوائے حضرت مسیح ناصری کے۔ شیخ صاحب کو جو ابتلا آیا ہے وہ بھی اس قسم کا ہے۔ ایک طرف وہ اپنے آپ کو عالمِ ربانی کہتے ہیں اور دوسری طرف مجھ پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں اور اکثر حصہ جماعت کو گمراہی کی طرف جانے والا اور بدظنی کرنے والا اور بہت سوں کو دہریہ قرار دیتے ہیں۔ پس یہ ٹھوکر جو اِن کو لگی ہے یہ عیسائیوں والی ٹھوکر ہے۔ اگر صرف مولوی سید سرور شاہ صاحب کی گواہی ہوتی تو شاید شیخ صاحب اس سے اتنا فائدہ نہ اُٹھا سکتے لیکن خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے اس بارہ میں ایک اور آزاد گواہ بھی پیدا کر دیا ہے اور اس کا علم اس طرح ہوا کہ شیخ صاحب کے جدا ہونے پر جو جماعتوں نے ریزولیوشن بھجوائے ان میں ایک ریزولیوشن اڑیسہ کی ایک جماعت کا بھی تھا۔ اس میں وہاں کے جلسہ کی کیفیت بھی درج تھی اور اس میں ایک مقرر کی تقریر اس طرح درج تھی کہ شیخ صاحب کا ابتلا بھی ہمارے ایمانوں کو بڑھانے والا ہے۔ کیونکہ خلیفۃ المسیح کی ایک خواب ان کے متعلق تھی کہ وہ مرتد ہو جائیں گے۔ جب میں نے یہ رپورٹ پڑھی تو فوراً اُس جماعت کو خط لکھوایا کہ ان صاحب نے یہ میری خواب کہاں سے سُنی ہے۔ اس کا جواب وہاں سے یہ آیا کہ یہ صاحب ۱۹۱۵ء میں قادیان میں طالب علم تھے اور انہوں نے خود میرے منہ سے یہ خواب سُنی تھی جبکہ میں نے بعض دوستوں کو یہ خواب سنائی تھی۔ اس سینکڑوں میل پرے کے ایک شخص کی شہادت نے شہادت کی لڑی کو مکمل کر دیا ہے اور ہر دیانتدار کیلئے شیخ صاحب کی ٹھوکر بجائے شبہ کا موجب بننے کے زیادتی ایمان کا موجب بنتی ہے۔

الٰہی سلسلوں کا یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ رؤیائے صادقہ خصوصاً ایسی رؤیا جو قیاسات یا حالات حاضرہ

سے تعلق نہ رکھتی ہو، خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بائیس سال پہلے اس قسم کا خیال بھی شیخ صاحب کی نسبت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے مستقبل کے متعلق یہ خبر دی۔ یہ خواب انسانی بناوٹ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آخر وہ کون سا بندہ ہے جو اتنے علم کا مالک ہو کہ بائیس سال بعد میں ہونے والے واقعہ کا نقشہ کھینچ کر رکھ دے۔ یہ صرف خدا کا ہی کام ہے کہ وہ غیب کا انکشاف کرے اور وہ خدا ہی تھا جس نے مجھے آج سے بائیس سال پہلے ان کے ارتداد کی خبر دی۔ پس شیخ صاحب کو سوچنا اور غور کرنا چاہیئے کہ کیا خدا تعالیٰ نے اسی کو رؤیا کے ذریعہ بائیس سال پہلے یہ بات بتائی تھی جس کو ان کے ذریعہ ہو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) تباہ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ پھر آٹھ نو سال ہوئے میں نے رؤیا دیکھی کہ مصری صاحب پر کوئی ابتلا آیا ہے اور ان کے دل میں بہت سے شکوک پیدا ہو گئے ہیں اور بعض دفعہ انہیں یہ بھی خیال آتا ہے کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔ میں نے اس پر رؤیا میں ان کی دعوت کی اور انہیں نصیحت کی کہ ان باتوں کا نتیجہ اچھا نہیں، اس سے ایمان بالکل جاتا رہے گا۔ چنانچہ رؤیا میں انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں واقعہ میں میرے دل میں وساوس پیدا ہو گئے تھے اور میں چاہتا تھا کہ قادیان سے چلا جاؤں۔ یہ رؤیا بھی جہاں تک میں سمجھتا ہوں انہیں پہنچی ہوئی ہے اور اس رؤیا سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ ان پر کوئی ابتلا آنے والا ہے اور ان کے دل میں ایسے شکوک وشبہات پیدا ہونے والے ہیں جن کے نتیجہ میں وہ چاہیں گے کہ قادیان سے باہر چلے جائیں۔ خدا کی قدرت ہے یہ خواب بھی عجیب طریق پر پورا ہوا۔ چنانچہ احباب نے ''الفضل'' میں ایک دوست کا بیان پڑھا ہوگا جو انہوں نے افریقہ سے لکھ کر بھجوایا کہ مصری صاحب نے ان کے سامنے یہ خواہش کی تھی کہ اگر میری لڑکی کی ملازمت کا وہاں کوئی انتظام ہو جائے تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی افریقہ چلا جاؤں۔ اور گو انہوں نے کہا تھا کہ دو سال کی چھٹی لے کر مگر بہر حال قادیان کو چھوڑ کر محض دُنیوی اغراض کیلئے ایک لمبے عرصہ کیلئے انہوں نے جانے کا اظہار کیا۔ باقی رہا وساوس کا حصہ اس کو وہ خود بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

پھر ان کے ارتداد کے متعلق صرف میری ہی خوابیں نہیں اَور بھی کئی دوستوں کی خوابیں ہیں جن میں سے بہت سی ''الفضل'' میں شائع ہو چکی ہیں اور کئی ہیں جو ابھی شائع نہیں ہوئیں۔ ان میں سے ایک رؤیا چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری کا بھی ہے۔ پچھلے سال کی بات ہے غالبًا جون یا جولائی کا مہینہ تھا، میں اُس وقت دھرم سالہ میں تھا کہ ان کی طرف سے ایک چٹھی مجھے ملی۔ جس میں مصری صاحب

کے متعلق ایک مُنذر خواب تھا۔ اُس وقت ان کا دل مصری صاحب کی طرف سے اتنا صاف تھا کہ چٹھی کا مضمون ہی بتا رہا تھا کہ وہ مصری صاحب پر نہ صرف یہ کہ بدظن نہیں بلکہ ان سے عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس خط میں لکھا تھا کہ میں نے ایک خطرناک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے جس سے مجھے اپنی ایمانی حالت کے متعلق شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک جگہ آپ بیٹھے ہیں، مجلس لگی ہوئی ہے اور آپ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور ایک اور شخص کے متعلق (اس شخص کا نام انہوں نے لکھا تھا لیکن میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا) فرماتے ہیں کہ انہوں نے نفاق سے کام لیا ہے اور میں انہیں جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد انہوں نے سخت گھبراہٹ کا اظہار کیا ہوا تھا اور لکھا تھا کہ چونکہ شیخ صاحب اور دوسرے صاحب کے متعلق تو ایسا گمان بھی نہیں ہو سکتا وہ تو مخلص آدمی ہیں اس لئے مجھے سخت گھبراہٹ ہے کہ شاید اس خواب میں میری اپنی روحانیت کا نقشہ نہ کھینچا گیا ہو۔ کیونکہ بعض دفعہ رؤیا میں ایک مومن کو دوسرے مومن کا آئینہ بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ پس میں سخت گھبرا گیا ہوں کہ شاید میرے ایمان میں کوئی نقص ہے جسے ظاہر کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ رؤیا مجھے دکھائی ہے۔ گویا اُس وقت انہیں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ یہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مصری صاحب نفاق سے کام لے سکتے ہیں۔ بلکہ سمجھتے تھے کہ مصری صاحب کے آئینہ میں مجھے اپنی شکل دکھلائی گئی ہے۔ مگر پھر کس طرح لفظ بلفظ اور ہو بہو یہ بات پوری ہوئی۔ اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں خوابیں ہیں جو جماعت کے مختلف افراد کو ان کے ارتداد کے متعلق آئیں۔ پس مصری صاحب کو قرآن کریم کی اس آیت پر غور کرنا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل کی ان پیشگوئیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کتب میں پائی جاتی ہیں۔ اور فرماتا ہے کہ کیا ہمارا یہ بندہ موسیٰ کے پاس جانب طور میں موجود تھا۔ جب اس نے اپنے مثیل کی خبر دی تھی کہ اس نے سازش کر کے وہ پیشگوئی لکھوا لی اور انہیں سوچنا چاہئے کہ یہی دلیل اس موقع پر بھی چسپاں ہوتی ہے۔ اگر ہم لوگوں نے ان کے خلاف کوئی منصوبہ کیا ہے تو کیا خدا تعالیٰ بھی اس منصوبہ میں ہمارے ساتھ شریک ہو گیا اور اس نے ۲۲ سال پہلے سے اس سازش کی بنیاد رکھنی شروع کر دی۔

انہیں غور کرنا چاہئے کہ کیا وجہ ہے کہ جب ان کے ارتداد کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا یعنی آج سے بائیس سال پہلے اُس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے ارتداد کی خبر دی۔ پھر ۸۔ ۹ سال پہلے اس

خبر کا تکرار کیا اور دوبارہ ان کے خیالات کی خرابی کی اطلاع دی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے اور نیک بندوں پر بھی جن کو قطعی طور پر مصری صاحب پر شبہ نہیں تھا بلکہ وہ ان کے ایمان کو اتنا مضبوط سمجھتے تھے کہ خیال کرتے تھے کہ ان کے آئینہ میں انہیں اپنی شکل دکھلائی گئی، اسی خبر کا اظہار کیا گیا۔ اور اگر یہ واقعہ بعینہٖ ظہور میں نہ آجاتا تو وہ یہی سمجھتے رہتے کہ ان کے ایمان میں کوئی نقص ہے۔ اب وہ سوچیں اور غور کریں کہ کیا ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے مل کر ایک سازش کر لی تھی اور اگر خدا بھی ہماری سازش میں شریک ہو گیا ہے تو پھر مصری صاحب کیلئے تقویٰ کا طریق یہی ہے کہ وہ کہیں کہ اگر خدا بھی اسی بدی کو دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے تو مجھے اپنی عقل کے نقص کا اقرار کرتے ہوئے اعتراض سے رُک جانا چاہئے۔ پس میں ان کے اور ان کے ساتھیوں کے تمام اعتراضوں اور ان کے اور ان کے تمام ساتھیوں کی گالیوں اور تمام دشنام طرازیوں کو بھلاتے ہوئے نہایت ہی اخلاص اور محبت اور خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں اور اس کے حضور عاجزانہ طور پر عرض کریں کہ اگر میں حق پر نہیں ہوں اور مجھے یہ طریق عمل اختیار کرنے میں غلطی لگی ہے تو اپنے فضل سے مجھے ہدایت دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر وہ عاجزانہ اور منکسرانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کیلئے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کا لحاظ نہیں کرتا، خواہ وہ ہندو سے مسلمان بنا ہو یا عیسائی سے مسلمان ہوا ہو۔ خدا اپنے سلسلہ کی عظمت کو بڑھانا چاہتا ہے اور خواہ کس قدر روکیں درمیان میں حائل ہوں وہ اسے بڑھا کر رہے گا۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ اگر وہ الزامات جو وہ مجھ پر لگاتے ہیں جھوٹے ہیں تو میں مؤکد بعذاب قسم کھاؤں۔ حالانکہ مستریوں کے مقابلہ میں بھی مَیں نے کہا تھا اور اب بھی میں کہتا ہوں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس قسم کے امور کیلئے جن کے متعلق حدود مقرر ہیں اور گواہی کے خاص طریق بتائے گئے ہیں، قسموں وغیرہ کا مطالبہ جائز نہیں بلکہ ایسے مطالبہ پر قسم کھانا بھی اس حکمت کو باطل کر دیتا ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔ ہاں جس پر الزام لگایا گیا ہو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اختیار ہے کہ جب وہ مناسب سمجھے الزام لگانے والے کو مباہلہ کا چیلنج دے۔ لیکن چونکہ وساوس وشبہات میں مبتلا مبتلا رہنے والا انسان خیال کر سکتا ہے کہ شاید میں نے قسم سے بچنے کیلئے اس قسم کا عقیدہ تراش لیا ہے اس لئے کم سے کم اس شخص کی تسلی کیلئے جو جانتا ہے کہ جھوٹی قسم کھا کر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ میں اُس خدائے قادر وتوانا

کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھا کر شدید لعنتوں کا انسان مورد بن جاتا ہے کہ میرا یہ یقین ہے کہ قرآن کریم کی اس بارہ میں وہی تعلیم ہے جو میں نے بیان کی۔ اور اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

اب وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ میں اس لئے قسم نہیں کھاتا کہ میں جھوٹا ہوں اور خدا تعالیٰ کی لعنت سے ڈرتا ہوں، انہیں سوچنا چاہئے کہ اگر میں خود ان کے یقین کے مطابق خدا تعالیٰ کی جھوٹی قسم سے ڈرنے والا ہوں تو میری یہ قسم سچی ہے اور جب یہ قسم سچی ہے تو انہیں ماننا پڑے گا کہ میرا ان معاملات میں مباہلہ نہ کرنا یا قسم نہ کھانا اپنے عقیدہ کی رو سے خدا تعالیٰ کے حکم کے پورا کرنے کیلئے ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ جو شخص ایک جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا وہ دوسری جھوٹی قسم بھی نہیں کھایا کرتا۔ لیکن اگر ان کا خیال ہو کہ میں اس بارہ میں جھوٹی قسم کھا رہا ہوں تو انہیں سوچنا چاہئے کہ پھر دوسرے امر میں جھوٹی قسم اٹھا لینے سے مجھے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ پھر ایک اور سوال ہے جو شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی طرف سے کیا گیا تھا اور آج بھی کیا جا رہا ہے کہ خلیفہ معزول ہوسکتا ہے۔ اور وہ اِس بناء پر مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مجھے خلافت سے الگ ہو جانا چاہئے۔ یا یہ کہ جماعت کو چاہئے کہ مجھے اِس عہدہ سے الگ کر دے۔ میں اس دعویٰ کے جواب میں بھی اسی قادر و توانا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود ایک سخت کمزور انسان ہونے کے مجھے خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا ہے اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُس نے آج سے ۲۲، ۲۳ سال پہلے مجھے رؤیا کے ذریعہ بتا دیا تھا کہ تیرے سامنے ایسی مشکلات پیش آئیں گی کہ بعض دفعہ تیرے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا کہ اگر یہ بوجھ علیحدہ ہوسکتا ہو تو اِسے علیحدہ کر دیا جائے، مگر تو اِس بوجھ کو ہٹا نہیں سکے گا اور یہ کام تجھے بہرحال نباہنا پڑے گا۔ اگر میں اِس بیان میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

اب اس رنگ میں مَیں نے قسمیں کھالی ہیں۔ وہ بھی اگر اپنے آپ کو سچائی پر سمجھتے ہیں تو اس رنگ میں قسمیں کھالیں۔ لیکن اُن کو میری نصیحت یہی ہے کہ وہ قسمیں نہ کھائیں کیونکہ میں خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم پر قائم ہوں اور ان کے عقائد کی بنیاد ظنیات پر ہے۔ پس میں انہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہ ایسی قسم مت کھائیں کیونکہ اس کا ان کیلئے اچھا نتیجہ پیدا نہیں ہوگا۔ میں نے بیشک قسمیں کھائی ہیں مگر میں نے ان رؤیا، کشوف اور الہامات کی بناء پر قسمیں کھائی ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں

تھیں اور وہ اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ پھر میں نے یہ قسمیں اس علم کی بنا پر کھائی ہیں جو خدا سے مجھے ملا اور جو بندوں سے میں نے نہیں سیکھا۔ پس میں انہیں یہی کہوں گا کہ وہ میرے مقابلہ میں ایسی قسمیں نہ کھائیں بلکہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ انہیں ہدایت دے اور اگر انہیں اپنی بات پر اصرار اور قسمیں کھانے کا شوق ہو تو ایک نہیں کئی قسم کی قسمیں ہیں جو اِن جھگڑوں کا فیصلہ کر سکتی ہیں۔ آخر جو الزامات وہ مجھ پر لگاتے ہیں ان کا یہی مطلب ہے کہ میں خلافت کا اہل نہیں۔ مگر میں ابھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ چکا ہوں کہ میں اُس کا قائم کردہ خلیفہ ہوں۔ وہ بھی ایسی ہی قسم لکھ کر شائع کر دیں پھر خود بخود فیصلہ ہو جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔

میں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اور اب پھر اللہ تعالیٰ کے وعید لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کے ماتحت کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے میں اُس کا قائم کردہ خلیفہ ہوں اور میرے لئے عزل ہرگز جائز نہیں۔ اگر حوادث میرے سامنے آئیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ میرے لئے بعض اندھیرے مقدر ہیں اور اگر وہ ساری کی ساری جماعت کو بھی مجھ سے برگشتہ کر لیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے موت نہیں دے گا جب تک وہ پھر ایک زبردست جماعت میرے ساتھ پیدا نہ کر دے۔ دنیا میں فریب کاریاں بھی ہوتی ہیں، دنیا میں دھوکے بھی ہوتے ہیں، دنیا میں وسوسہ اندازیاں بھی ہوتی ہیں، دنیا میں ابتلاء بھی آتے ہیں اور ان تمام چیزوں کے ذریعہ لوگ ٹھوکریں کھاتے اور حق سے منحرف ہوتے ہیں۔ مگر مجھے بندوں پر یقین نہیں، مجھے اپنے خدا پر یقین ہے۔ اُس خدا نے اُس وقت جب کہ مجھے خلافت کا خیال تک بھی نہ تھا مجھے خبر دی تھی کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کہ وہ لوگ جو تیرے متبع ہیں وہ تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ پس یہ صرف آج کی بات نہیں بلکہ جو شخص میری بیعت کا اقرار کرے گا وہ قیامت تک میرے منکرین پر غالب رہے گا۔ یہ خدا کی پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی اور پوری ہوتی رہے گی۔ اگر اس الہام کے سنانے میں مَیں جھوٹ بولتا ہوں تو خدا کی مجھ پر لعنت۔ میری خلافت کے بارہ میں ایک بار نہیں، دو بار نہیں اتنی بار خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اب بھی جب یہ فتنہ اُٹھا تو میں نے جلدی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں اور خدا نے مجھے خبر دی کہ ''میں تیری مشکلات کو دور کروں گا اور تھوڑے ہی دنوں میں تیرے دشمنوں کو تباہ کر دوں

گا''۔[6] پھر تم نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے بعد کس طرح دشمنوں پر آسمان سے تباہی نازل ہوئی اور ان کی طاقت کو اس نے توڑ کر رکھ دیا۔ پس میں پھر انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کہ خدا تعالیٰ کی بخشش نہایت وسیع ہے، اس کی بخشش کے دامن میں پناہ لیں۔ بیشک اس کے پاس عذاب بھی ہے اور تباہیاں بھی لیکن اس کے پاس برکتیں بھی ہیں اور عفو کے خزانے بھی ہیں بلکہ وہ فرماتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ[7] میری رحمت باقی ہر چیز پر غالب ہے۔ پس اُس سے وہ چیز کیوں نہ مانگی جائے جس کے متعلق وہ کہتا ہے کہ میرے پاس بہت ہے اور اس سے وہ چیز کیوں مانگی جائے جس کے متعلق وہ کہتا ہے کہ اس کا دینا میں پسند نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے عذاب دینا مجھے پسند نہیں اور عذاب دینے میں مَیں ڈھیلا ہوں لیکن رحم کرنے میں بڑا تیز ہوں۔

پس وہ چیز خدا تعالیٰ سے مانگو جس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے کہ مجھ سے مانگو۔ وہ چیز اس سے کیوں مانگتے ہوں جس کے متعلق وہ یہ کہتا ہے کہ میں وہ دینا نہیں چاہتا۔ ممکن ہے کہ پھر وہ کہیں جب خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر عذاب نہیں مانگنا چاہئے تو پھر تم نے مؤکد بعذاب قسمیں کیوں کھائیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی بناء پر قسمیں کھائیں ہیں۔ میں نے ان رؤیا، کشوف اور الہامات کی بنا پر قسمیں کھائی ہیں جو ایک رُبع صدی سے مجھ پر نازل ہو رہے ہیں۔ پھر ان الہامات کے علاوہ بیسیوں نہیں سینکڑوں خوابیں ہیں جو پرائیویٹ مجالس میں مَیں نے بیان کیں اور پوری ہوئیں اور ان کے علاوہ بہت سی خوابیں ایسی ہیں جو گو میں نے بیان نہیں کیں لیکن وہ فلق الصبح کی طرح پوری ہوئیں۔ پس میں نے ان کشوف اور رؤیا کی بناء پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے دکھائے گئے اور جن میں غیب کی خبریں پائی جاتی تھیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں یہ قسمیں کھائی ہیں اور میں نے ان الہامات کی بناء پر قسمیں کھائی ہیں جو میرے نفس کی طرف سے نہیں اور جن میں قیاس کا کوئی دخل نہیں بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ چونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور پھر رمضان کا یہ مبارک مہینہ ہے، اس لئے میں پھر انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ڈریں اور خدا تعالیٰ کا خوف کریں۔ بے شک وہ اپنے طریق عمل کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلاح کا طریق ہے مگر قرآن مجید کہتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں ہم صلح جو ہیں حالانکہ وہ صلح پسند نہیں بلکہ فتنہ انداز ہوتے ہیں۔ پس وہ خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈریں اور سمجھیں کہ کہیں میں فتنہ تو پیدا نہیں کر رہا۔ جماعت میں فتنہ پیدا کرنے میں تو وہ اب

تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب نہیں ہو سکے ہاں غیروں کو ان کی حرکات سے تقویت ضرور پہنچی ہے اور سلسلہ کے خلاف وہ ایک دفعہ پھر پورے جوش کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہیں۔ اگر وہ صرف اسی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا قدم راستی پر نہیں۔ ان کے بعض دوستوں نے مجھے چٹھیاں لکھی ہیں جن میں ایک نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ جو سلوک آپ ہم سے کر رہے ہیں کیا یہ نبیوں والا سلوک ہے یا غیر نبیوں والا؟ ان کی مراد اس سلوک سے جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ مقاطعہ ہے جو ان کا کیا گیا ہے۔ میں اُس سوال کے جواب میں پوری دیانتداری کے ساتھ اُس علم کی بناء پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے حاصل ہے یہ کہتا ہوں کہ جو سلوک میں نے ان سے کیا ہے وہ نبیوں والا سلوک ہے غیر نبیوں والا نہیں۔ میں نے ان کا کوئی بائیکاٹ نہیں کیا بلکہ ان کی ضرورتوں کے پورا کئے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ میری ہدایت یہ تھی کہ جو ضروریاتِ زندگی سکھوں، ہندوؤں اور غیر احمدی دکانداروں سے میسر نہ آسکتی ہوں وہ احمدی دُکانداروں کی طرف سے دے دی جائیں۔ لیکن چونکہ بعد میں انہوں نے بغیر ثبوت کے جماعت احمدیہ کی طرف مظالم منسوب کرنے شروع کر دیئے اور اس سے یہ خدشہ پیدا ہونے لگا کہ اگر کسی احمدی دکاندار سے وہ مثلاً دودھ لے جائیں اور اس سے اتفاقاً ان کے کسی بچہ کو قراقر ہو جائے یا مٹھائی سے پیٹ درد ہو جائے تو وہ یہ شور مچانا شروع کر دیں کہ ہمیں زہر ملا کر دیا گیا ہے اور اس طرح جماعت کے افراد کو بعض الزامات کے نیچے لائیں۔ اس لئے میں نے امور عامہ کو حکم دیا کہ ایسے دکاندار مقرر کر دیئے جائیں جن سے وہ سَودا لے سکیں۔ لیکن خود انہوں نے اس حکم سے فائدہ نہیں اُٹھایا اور میں آج بھی اس امر کیلئے تیار ہوں کہ ان کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے دکاندار مقرر کر دوں۔

غرض میں نے ان کا کوئی بائیکاٹ ان معنوں میں نہیں کیا جن معنوں میں کہ نبیوں کے دشمن کیا کرتے ہیں۔ اصل بائیکاٹ وہ تھا جو مکہ والوں نے رسول کریم ﷺ اور صحابہ کا کیا کہ انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے پاس سَودا فروخت کرے گا ہم اُسے سزا دیں گے۔ اس کے برخلاف ہم نے تو یہ کہا تھا کہ ہم ان کے پاس اس دکاندار کو سَودا بیچنے کی اجازت دیں گے جس کے متعلق اس شبہ کی کوئی صورت نہ ہو گی کہ وہ اس کے ذریعہ اپنے تعلقات دوسرے منافق طبع لوگوں سے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ان کی غرض محض سَودا خریدنا ہوتی زید یا بکر سے ملنا نہ ہوتی تو وہ ہمارے اِس قائم کردہ

نظام سے فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ پھر اس احتیاط کی اس لئے بھی ضرورت تھی کہ انہوں نے شروع سے ہی یہ طریقہ رکھا ہوا تھا کہ مخفی طور پر لوگوں پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کرتے تھے اور آخر میں تو انہوں نے اخبارات میں بھی یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ مخفی طور پر لوگوں کو اپنے ساتھ ملائیں گے اور ان کے نام صیغۂ راز میں رکھے جائیں گے۔ پھر صرف اعلان پر بس نہیں وہ مخفی طور پر لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوششیں اب تک کر رہے ہیں اور اس کے یقینی ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں اور وہ ایسے واضح ثبوت ہیں کہ جب ان کو ظاہر کیا گیا تو ان کیلئے ان باتوں کا انکار کرنا بہت مشکل ہوگا۔ ایسی صورت میں ہمارا فرض تھا کہ ہم ان سے بول چال اور لین دین وغیرہ کے تعلقات رکھنے کے راستہ کو ایک قاعدہ کے ماتحت لا کر اس فتنہ کو دور کرتے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ احتیاطیں مخفی پروپیگنڈا کے متعلق تھیں۔ ورنہ ظاہر پروپیگنڈا سے اگر شرافت کی حد کے اندر ہو میں نے کبھی نہیں روکا۔ چنانچہ جو اشتہارات وہ بورڈوں پر چسپاں کرتے رہے ہیں ان کے متعلق کیا میں نے کبھی یہ اعلان کیا ہے کہ لوگ انہیں نہ پڑھیں۔ بلکہ ایک دفعہ انہوں نے بورڈ پر اشتہار لگایا تو غالباً مولوی ابوالعطاء صاحب کی چٹھی مجھے آئی کہ لوگ اسے پڑھنے کیلئے بہت جمع ہو گئے اور وہ اسے پڑھ کر غیظ و غضب سے بھر گئے جس سے فساد کا خطرہ ہے مناسب ہے کہ ایک اعلان کے ذریعہ لوگوں کو اس قسم کے اشتہارات پڑھنے سے روک دیا جائے۔ مگر میں نے اس کا یہی جواب دیا کہ اس قسم کی ممانعت مَیں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے یہ معنے لئے جائیں گے کہ میں لوگوں کو تحقیق سے روکتا ہوں۔ میں دلائل اور صحیح طریق تبلیغ کا مخالف نہیں ہوں۔ میں تو خود ہمیشہ ہی حق کا متلاشی رہا ہوں اور یہی میری روح کی غذا ہے۔ اگر وہ دلائل سے مجھ پر غالب آسکتے ہیں تو شوق سے آجائیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میرا اعتراض یہ ہے کہ وہ ناجائز کارروائیاں کرتے ہیں جو کسی مذہب میں بھی جائز نہیں اور چونکہ وہ تہذیب اور شرافت اور اسلامی احکام سے تجاوز کر کے ایسی حرکات کے مرتکب ہیں اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی جماعت کے احباب کو ان سے ایسے تعلقات سے روکیں جو فساد کا موجب ہوسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جس قدر احکام سلسلہ کی طرف سے اس قسم کے نافذ کئے گئے جن میں دوسروں سے بول چال کی ممانعت تھی تو وہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق تھے جن کے افعال میں سازش کا رنگ پایا جاتا تھا۔ ورنہ اگر کسی کے افعال میں سازش نہ ہو اور وہ عَلَی الْاِعْلَان ہم سے الگ ہو کر کسی

اور گروہ میں شامل ہو جائے تو ہم اس سے کبھی بولنا منع نہیں کرتے۔ غیر مبائعین میں ہی آجکل کئی ایسے لوگ ہیں جو پہلے ہماری جماعت میں تھے مگر بعد میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ لیکن ہم نے ان کے متعلق یہ اعلان نہیں کیا کہ ان سے کوئی شخص گفتگو نہ کرے۔ ڈاکٹر سیّد محمد طفیل صاحب، میاں غلام مصطفیٰ صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈیٹر لائٹ یہ پہلے میری بیعت میں شامل تھے مگر پھر غیر مبائعین کی طرف چلے گئے اور ہم نے ان کے مقاطعہ کا کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ میں خود ان میں سے بعض سے ملتا رہا ہوں۔ اسی طرح اَور بھی کئی آدمی ہیں جو پہلے ہمارے ساتھ تھے پھر اُدھر شامل ہو گئے۔ مگر ہم نے کبھی لوگوں کو ان سے ملنے سے نہیں روکا۔ ہم صرف انہی سے تعلقات رکھنے ممنوع قرار دیتے ہیں جو سلسلہ کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے اپنے خط میں تسلیم کیا ہے کہ وہ دو سال سے خفیہ تحقیق میرے خلاف کر رہے تھے اور اس بارہ میں لوگوں سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ اگر جس دن انہیں میرے متعلق شبہ پیدا ہوا تھا اور میرے خلاف انہیں کوئی بات پہنچی تھی، اُسی دن وہ میرے پاس آتے اور کہتے کہ میرے دل میں آپ کے متعلق یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے تو میں یقیناً انہیں جواب دیتا اور اپنی طرف سے ان کو اطمینان دلانے اور ان کے شکوک کو دور کرنے کی پوری کوشش کرتا۔ چنانچہ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ بعض لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے دیانت داری سے اپنے شکوک پیش کر کے ان کا ازالہ کرنا چاہا اور میں ان پر ناراض نہیں ہوا۔ بلکہ میں نے ٹھنڈے دل سے اُن کی بات کو سُنا اور آرام سے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ جھوٹ نہ بولیں تو ایسے لوگ بھی میں پیش کر سکتا ہوں جو اَب احمدی نہیں اور وہ اِس بات کے شاہد ہیں کہ انہوں نے مخفی طور پر اپنے بعض شکوک کے متعلق مجھ سے تسلی چاہی اور میں نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کی باتوں کا جواب دیا۔ لیکن جو شخص پہلے مجھے مجرم قرار دیتا ہے اور پھر مجھ سے تسلی چاہتا ہے اُس کی تسلی کرنے کے کوئی معنے نہیں۔ جس نے فیصلہ کر لیا کہ میں مجرم ہوں، جس نے فیصلہ کر لیا کہ مجھ میں فلاں فلاں عیوب پائے جاتے ہیں اُس کی تسلی کرنی بالکل بے معنی بات ہے۔

پس مجھے ان کے طریق پر اعتراض ہے۔ ورنہ وسوسے بعض کمزور انسانوں کے قلوب میں پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مجھے جس بات پر اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے خفیہ کارروائی کی اور خفیہ طور پر لوگوں کو بہکایا۔ چنانچہ اِس کا ثبوت اِس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اِدھر جماعت سے وہ نکلے اُدھر

حکیم عبدالعزیز صاحب نے کہہ دیا کہ میں جماعت سے الگ ہوتا ہوں اور وہ جھٹ مصری صاحب کے ساتھ شامل ہوگئے۔ پھر مصری صاحب نے بھی اپنے خط میں یہی لکھا تھا کہ فخرالدین کو اگر آپ نے معاف نہ کیا تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ گویا میری وجہ سے وہ جماعت سے الگ نہیں ہوئے بلکہ اس لئے ہوئے کہ فخرالدین کو کیوں معاف نہیں کیا گیا۔ پس صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ ایک پارٹی تھی جو اندر ہی اندر خفیہ منصوبے کر رہی تھی۔ چنانچہ ابتدائی رپورٹیں جو میرے پاس پہنچیں ان میں میاں فخرالدین صاحب، شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری، حکیم عبدالعزیز صاحب اور میاں مصباح الدین صاحب ان چاروں کے نام علاوہ بعض دوسرے ناموں کے آتے رہے ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ کیوں نہ فرض کر لیا جائے کہ رپورٹ دینے والوں نے جھوٹ بولا۔ یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ شروع سے ایک پارٹی تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رپورٹ دینے والوں کو کیا پتہ تھا کہ کسی وقت یہ چاروں علیحدہ بھی ہو جائیں گے۔ انہوں نے ایک رپورٹ کی اور وقوعہ نے ثابت کر دیا کہ انہوں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ سچ کہا ورنہ وجہ کیا ہے کہ ادھر میاں فخرالدین صاحب ملتانی جماعت سے نکالے جاتے ہیں اور ادھر شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بھی نکل جاتے ہیں۔ وہ علیحدہ ہوتے ہیں تو میاں عبدالعزیز حکیم اور میاں عبدالرب بھی فسخ بیعت کا اعلان کر دیتے ہیں اور میاں مصباح الدین صاحب سے بھی ایسی حرکات سرزد ہوتی ہیں کہ انہیں جماعت سے الگ کرنا پڑتا ہے۔ یہ باتیں ثبوت ہیں اس بات کا کہ ان میں خفیہ کارروائیاں ہوتی رہی تھیں اور یہی تقویٰ کے خلاف فعل ہے۔ اگر پہلے دن ہی جب انہوں نے میرے متعلق بات کوئی بات سُنی تھی، میرے پاس آتے اور مجھ سے کہتے کہ میں نے فلاں بات سُنی ہے مجھے اس کے متعلق سمجھایا جائے تو جس رنگ میں بھی ممکن ہوتا میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا اور گو تسلی دینا خدا کا کام ہے میرا نہیں مگر اپنی طرف سے میں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن انہوں نے تقویٰ کے خلاف طریق اختیار کیا اور پھر ہر قدم جو انہوں نے اُٹھایا وہ تقویٰ کے خلاف اُٹھایا۔ چنانچہ جب انہوں نے یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ مجھ پر جماعت کی طرف سے کئی قسم کے مظالم کئے جا رہے ہیں تو میں نے اس کی تحقیق کیلئے ایک کمیشن مقرر کیا جس کے ممبر مرزا عبدالحق صاحب اور میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر تھے۔ مرزا عبدالحق صاحب، شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے گہرے دوست تھے۔ مگر انہوں نے مرزا عبدالحق صاحب کے متعلق کہہ دیا کہ یہ خلیفہ کے اپنے آدمی ہیں اور انہیں چونکہ جماعت کی طرف سے مقدمات ملتے ہیں اس لئے فیصلہ

میں وہ خلیفہ کی طرفداری کریں گے اور میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر کہ وہ بھی ان کے گہرے دوستوں میں سے تھے ان کے متعلق انہوں نے یہ کہا کہ مجھے ان کے فیصلہ پر اس لئے تسلی نہیں کہ ان کی مرزا گل محمد صاحب نے جو خلیفہ کے چچا کے بیٹے ہیں ایک ضمانت دی ہوئی ہے۔ اب اگر احمدیوں کے ایمان اتنے کمزور ہیں کہ ان میں سے کوئی اس لئے صحیح فیصلہ نہ کرے کہ مجھے جماعت کی طرف سے مقدمات ملتے ہیں، اگر میں نے جماعت کے خلاف فیصلہ کیا تو مقدمات ملنے بند ہو جائیں گے۔ اور کوئی اس لئے صحیح فیصلہ نہ کرے کہ میرے چچا کے بیٹے نے ان کی ایک ضمانت دی ہوئی ہے تو ایسے لوگوں کے اندر شامل رہنے سے فائدہ کیا ہے۔ میں نے تو نہایت دیانتداری سے ان دونوں کو اس کا دوست سمجھ کر اس فیصلہ کیلئے مقرر کیا تھا مگر انہوں نے اس کمیشن کے سامنے اس لئے اپنے مطالبات پیش کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ دونوں ہمارے زیر اثر ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مصری صاحب کے ایک اَور دوست مصباح الدین صاحب کے متعلق جب کمیشن مقرر کیا گیا تو میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ لوگ ان لوگوں پر جو جماعت سے کوئی ملازمت وغیرہ کا تعلق رکھتے ہوں، اعتراض کرنے کے عادی ہیں ایسے آدمی مقرر کئے جنہیں جماعت سے کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ ان میں سے ایک میر محمد بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ تھے۔ انہوں نے کبھی بھی جماعت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا اور جماعت نے کسی مقدمہ میں انہیں کبھی فیس نہیں دی۔ دوسرے دوست چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری تھے انہیں بھی کبھی جماعت سے کوئی مالی فائدہ نہیں پہنچا۔ مگر جب ان دونوں کو میں نے مقرر کیا اور انہوں نے مصباح الدین صاحب کو بیان کیلئے بُلایا تو انہوں نے کہا کہ اگر خلیفہ خود مجھ سے جواب طلب کرے تو میں جواب دے سکتا ہوں، کسی اَور کا ان امور سے کیا تعلق ہے۔ مجھے جب یہ بات پہنچی تو میں نے جواب دیا کہ جب وہ سلسلہ پر اعتراض کرنے لگے تھے تو کیا انہوں نے خلیفہ سے اجازت لے لی تھی؟ اگر ان میں اتنا ہی اخلاص تھا تو چاہئے تھا کہ وہ اپنے اعتراضات کا بھی خلیفۂ وقت کے سوا اور کسی کے سامنے ذکر نہ کرتے۔ جب اعتراض کرنے کا وقت تھا اُس وقت تو اَوروں کے سامنے ہی اعتراض ہوتے رہے مگر جب جواب دینے کا وقت آیا تو کہہ دیا کہ میں خلیفہ کے سِوا اور کسی کو جواب نہیں دے سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کسی انسان کے دل میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ ''نہ مانوں'' ''نہ مانوں'' کی رٹ لگا تا رہتا ہے۔ جب کمیشن میں شیخ مصری صاحب کے دوست مقرر کئے گئے تو انہوں نے کہہ دیا

کہ یہ پیڈ ایجنٹ (PAID AGENT) ہیں۔ایک کو مقدمے مل جاتے ہیں اور دوسرے کو خلیفۂ وقت کے ایک رشتہ دار نے ضمانت دی ہوئی ہے۔اور جب ایسے لوگ مقرر کئے گئے جن پر یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا تھا تو یہ کہہ دیا گیا کہ خلیفۂ وقت کے سوا ہم کسی کے سامنے بات نہیں کر سکتے۔

پس میں نے تو چاہا تھا کہ اگر ہماری جماعت کے کسی فرد کی طرف سے ان پر سختی ہوئی ہو تو اس کا ازالہ کروں مگر انہوں نے خود اس کو قبول نہیں کیا۔ میں یہ ہرگز نہیں کر سکتا تھا کہ سلسلہ احمدیہ کے جھگڑوں میں غیر احمدیوں کو جج مقرر کروں۔ ہمیشہ اُمت محمدیہ میں امت محمدیہ کے افراد ہی باہمی جھگڑوں کا تصفیہ کرتے رہے ہیں۔اس پر اگر کسی کو اعتراض ہے تو یہ میرے بس کی بات نہیں۔

خلفائے اسلام بھی بعض دفعہ دیوانی مقدموں میں بُلائے گئے ہیں۔مگر وہ اُنہی قاضیوں کے پاس گئے ہیں جنہیں انہوں نے خود مقرر کیا تھا۔حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما پر اگر کوئی دیوانی مقدمہ ہوا ہے تو اُنہی قاضیوں کے پاس جنہیں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے مقرر کیا تھا۔اُس وقت کسی نے نہیں کہا کہ قاضی تو آپ کا اپنا مقرر کردہ ہے اس سے ہم فیصلہ کیونکر کرا سکتے ہیں، وہ آپ کی طرفداری کرے گا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ مسلمان قاضی ہیں اور مسلمان قاضی دیانت داری سے ہی کام لیں گے۔ ان میں یہ بدظنی نہیں تھی کہ قاضی تو ان کا مقرر کردہ ہے وہ کس طرح صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔اور اگر کسی وقت قوم کی حالت ایسی گندی ہو جائے کہ اُس کا خلیفہ بگڑ جائے اور اُس کے افراد بددیانت ہو جائیں تو پھر اس مرض کا علاج کوئی بندہ نہیں کر سکتا اس کا علاج پھر اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔اُس وقت پھر اصلاح کا دعویٰ کرنا محض ایک لاف ہے۔اُس کا علاج ایک ہی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے فریاد کی جائے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمہیں مجھ پر ایسی بدظنی ہے اور تم سمجھتے ہو کہ یہ جماعت کو تباہ کر رہا ہے تو تم خدا سے کہو کہ وہ مجھے تباہ کر دے۔ بندوں کے پاس چیخ و پکار بالکل بے معنی بات ہے۔

مصری صاحب کے اسی ساتھی نے جس کے خط کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے سازش کر کے مستریوں پر حملہ کروایا تھا۔ پھر آپ نے سازش کر کے محمد امین کو قتل کروایا اور اب فخر الدین کو مروا دیا ہے۔اور اس کے بعد آپ ہمیں مروانے کی فکر میں ہیں۔ مجھے اس قسم کے اعتراض کا جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ہر غلط الزام کا جواب دینے کی نہ ضرورت ہوتی ہے اور نہ اس کا فائدہ ہوتا ہے۔لیکن چونکہ خط لکھنے والے نے آئندہ کا شبہ بھی ظاہر کیا ہے اور میں کسی کو قلق اور اضطراب

میں رکھنا نہیں چاہتا اس لئے میں ان کے وسوسہ کو دور کرنے اور ان کے خدشات کو مٹانے کیلئے وہ بات کہتا ہوں جس کی مجھے عام حالات میں ضرورت نہیں تھی اور میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میں نے کسی کو پٹوانا اور قتل کروانا تو الگ رہا آج تک سازش سے کسی کو چپیڑ بھی نہیں لگوائی۔ کسی پر اُنگلی بھی نہیں اُٹھوائی اور نہ میرے قلب کے کسی گوشہ میں یہ بات آئی ہے کہ میں خدانخواستہ آئندہ کسی کو قتل کرواؤں یا قتل تو الگ رہا نا جائز طور پر پٹوا ہی دوں۔ اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی لعنت مجھ پر اور میری اولاد پر ہو۔ ان لوگوں نے میری صحبت میں ایک لمبا عرصہ گزارا ہے۔ اگر یہ لوگ تعصب سے سے بالکل ہی عقل نہ کھو چکے ہوتے تو یہ ان باتوں سے شک میں پڑنے کی بجائے خود ہی ان باتوں کو ردّ کر دیتے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ظالم نہیں بنایا، اس نے مجھے ایک ہمدرد دل دیا ہے جو ساری عمر دنیا کے غموں میں گھلتا رہا اور گھل رہا ہے۔ ایک محبت کرنے والا دل جس میں سب دنیا کی خیر خواہی ہے، ایک ایسا دل جس کی بڑی خواہش ہی یہ ہے کہ وہ اور اس کی اولاد اللہ تعالیٰ کے عشق کے بعد اس کے بندوں کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کریں۔ ان امور میں مجبوریوں یا غلطیوں کی وجہ سے کوئی کمی آ جائے تو آ جائے مگر اس کے ارادہ میں اس بارہ میں کبھی کمی نہیں آئی۔

میں اصل مضمون سے دُور چلا گیا۔ میں ان لوگوں کی تسلی کیلئے اس سے بھی بڑھ کر ایک قدم اُٹھاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر جماعت میں کوئی ایسا شخص ہے جسے میں نے کبھی بھی کسی کے قتل یا مخفی طور پر پیٹنے کا حکم دیا ہو (مخفی کی شرط میں نے اس لئے لگائی ہے کہ قضاء کی سزاؤں میں ان لوگوں کو جنہیں سزا دینے کا ہم کو شرعی اور قانونی حق ہوتا ہے کبھی بدنی سزا بھی دِلوا دیتے ہیں)۔ تو اسے میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ اس امر کو ظاہر کر دے تا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو دنیا پر میرا جھوٹ کھل جائے۔ پھر میں اس سے بھی بڑھ کر ایک اَور قدم اُٹھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ ایسے افعال کو ناپسند کیا ہے جن میں ظلم پایا جائے اور ظاہر اور مخفی ہر طرح ان افعال کو روکنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ ہاں اگر خدا کی بتائی ہوئی تقدیریں پوری ہوں تو ان میں میرا کوئی دخل نہیں۔ وہ خدا کا اپنا کام ہے جو وہ کرتا ہے اور مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ مجھ پر الزام تبھی آ سکتا ہے کہ میرے منصوبہ یا اشارہ سے کوئی بات ہو۔ لیکن میں انہیں کہتا ہوں انہوں نے مجھ پر یہ اعتراض کر کر کے کہ میں پہلے اپنے دشمنوں کی تباہی کے متعلق ایک پیشگوئی کرتا ہوں اور پھر انسانوں کی منت سماجت کر کے اسے پورا کرواتا

اور اپنے دشمنوں کو مروا ڈالتا ہوں ، غیر از جماعت لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر دیئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب نے لیکھرام کے قتل ہونے کی پیشگوئی کی اور پھر ایک آدمی بھیج کر اسے مروا دیا۔ گویا انہوں نے مجھ پر یہ الزام لگا کر ایک ایسا خطرناک حربہ دشمن کے ہاتھ میں دے دیا ہے کہ گو وہ سلسلہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر اس سے وہ ہنسی اور طعن و تشنیع کا نشانہ ضرور بن جاتا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ میں خدا تعالیٰ کی خبر کو کس طرح چھپاؤں۔ میں اس بارہ میں بے بس ہوں۔ میں قسم کھا سکتا ہوں ، ہر سخت سے سخت قسم کہ میں نے جو خبر دی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی میں نے اپنے پاس سے نہیں بنائی اور میں ہر غلیظ سے غلیظ قسم کھا سکتا ہوں کہ اس خبر کے پورا کرنے کیلئے میں نے کوئی سازش نہیں کی۔ اس سے زیادہ میں اور کیا ذریعہ تسلی دلانے کیلئے اختیار کر سکتا ہوں۔ جو اس پر بھی تسلی نہیں پاتا اس کا علاج خدا تعالیٰ کے پاس ہی ہے میرے پاس نہیں۔ مگر بدقسمت ہے وہ جو خدا تعالیٰ کے نشانات سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے اَور بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔ بے شک خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا [8] کچھ لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں اور کچھ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ مگر اس قاعدہ کے گمراہی والے حصہ میں شامل ہونا کوئی اچھا مقام نہیں کہ انسان اس مقام پر کھڑا ہونے کی کوشش کرے۔

پیشگوئیاں ہمارے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔ ابھی قریب کے زمانہ میں ہم خدا تعالیٰ کے ایک مامور کی آواز سُن چکے ہیں۔ پیشگوئی کے بعد پیشگوئی ہم نے سُنی اور پھر اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھی۔ پھر کیا ہوا کہ اتنے قلیل عرصہ میں لوگ اس آواز سے ناآشنا ہو گئے اور کیوں نہ ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کی آواز سے فائدہ اُٹھاتے اور انکار کر کے اپنے گناہوں کے بار کو زیادہ نہ کرتے۔ اے زمین اور آسمان! تو گواہ رہ کہ میں ان الفاظ کے بیان کرنے میں جو میں نے بیان کئے تھے جھوٹا نہ تھا۔ میں نے وہی کہا جو میرے دل اور کانوں پر نازل ہوا اور میں نے افتراء نہیں کیا اور میں خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے کو لعنتیوں کا کام سمجھتا ہوں۔ اور مجھے ایسا کہنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود کہہ چکا ہے کہ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا [9] میں نے صرف وہی کہا جو میرے روحانی کانوں نے سُنا اور میرے دل نے محسوس کیا اور اِسی دفعہ نہیں میں نے بہت دفعہ آسمانی آواز کو سنا ہے۔ اور یہ کوئی میرا ذاتی فخر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا محض احسان ہے ورنہ میں تو ایک ناکارہ وجود ہوں ، گناہوں سے پُر ، خطاؤں سے بھرا

ہوا مگر مَیں کیا کروں کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ مجھ سے اِحیائے اسلام کا کام لے اور اسلام کی عظمت کو میرے ذریعہ سے قائم کرے اور یہ کام ہو کر رہے گا جلد یا بدیر۔ مبارک ہے وہ جو اِس کام میں میرا ہاتھ بٹاتا ہے اور افسوس اُس پر جو میرے راستہ میں کھڑا ہوتا ہے کیونکہ وہ میرا نہیں خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے جس نے مجھ سے گنہگار کو اپنے جلال کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ کاش! وہ توبہ کرتا اور خدا تعالیٰ کے اشارہ کو سمجھتا، کاش! وہ اپنے آپ کو اس خطرناک مقام پر کھڑا نہ کرتا کیونکہ اِس قسم کے اعتراضوں سے وہ جس مصیبت کو اپنے اوپر سے ٹلانا چاہتا ہے وہ اس کو ٹلاتا نہیں بلکہ ان کی وجہ سے اپنے آپ کو پہلے سے کہیں زیادہ خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے لے آتا ہے۔ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں اخلاص اور درد کے ساتھ اسے یہی کہتا ہوں کہ

اے آنکہ سُوئے من بد ویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم[10]

میں آخر میں پھر شیخ صاحب سے اخلاص اور خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ جس جس رنگ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھانا میرے لئے ممکن تھا میں نے قسمیں کھالی ہیں اور ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں۔ میں نے ان کی باتوں کو سُنا اور صبر کیا اور اس حد تک صبر کیا کہ دوسرے لوگ اس حد تک صبر نہیں کر سکتے۔ مگر وہ یقین رکھیں اور اگر وہ یقین نہیں کریں گے تو زمانہ اُن کو یقین دلا دے گا اور اگر اس دنیا میں انہیں یقین نہ آیا تو مرنے کے بعد انہیں اس بات کا یقین آجائے گا کہ انہوں نے مجھ پر وہ بدترین ظلم کیا ہے جو زیادہ سے زیادہ انسان دنیا میں کسی پر کر سکتا ہے۔ انہوں نے ان حربوں کو استعمال کیا ہے جن حربوں کے استعمال کی اسلام اور قرآن اجازت نہیں دیتا۔ میں نے آج تک خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی دیدہ دانستہ دوسرے پر ظلم نہیں کیا اور اگر کسی ایسے شخص کا مقدمہ میرے پاس آجائے جس سے مجھے کوئی ذاتی رنجش ہو تو میرا طریق یہ ہے کہ میں ہر وقت یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ الٰہی! یہ میرے امتحان کا وقت ہے تو اپنا فضل میرے شاملِ حال رکھ ایسا نہ ہو کہ میں فیل ہو جاؤں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے دل کی کوئی رنجش اس فیصلہ پر اثر انداز ہو جائے اور میں انصاف کے خلاف فیصلہ کر دوں۔ پس میں ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں تا خدا تعالیٰ مجھے انصاف کی توفیق دے اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ انصاف کی توفیق دی ہے۔ میں نے شدید سے شدید دشمنوں کی بھی

کبھی بدخواہی نہیں کی۔ میں نے کسی کے خلاف اُس وقت تک قدم نہیں اُٹھا جب تک شریعت مجھے اس قدم کے اُٹھانے کی اجازت ہی دیتی۔ پس وہ تمام الزامات جو وہ مجھ پر مار پیٹ اور قتل وغیرہ کے سلسلہ میں عائد کرتے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں۔ بلکہ بیسیوں دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب بعض لوگوں نے مجھے کہا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے تو میں نے اُن کو ڈانٹا اور کہا کہ یہ شریعت کے خلاف فعل ہے۔ ان باتوں کا کبھی دل میں خیال بھی نہیں لانا چاہئے۔ اگر اِس قدر یقین دلانے کے باوجود بھی وہ اپنی باتوں پر قائم رہتے ہیں تو میرے پاس ان کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں اور میں خدا تعالیٰ سے ہی اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا! اگر تُو نے مجھ عہدۂ خلافت پر قائم کیا ہے اور تُو نے ہی میرے ہاتھوں اور میری زبان کو بند کیا ہوا ہے تو پھر تُو آپ ان مظالم کا جواب دینے کیلئے آسمان سے اُتر۔ نہ میرے لئے بلکہ اپنی ذات کیلئے، نہ میرے لئے بلکہ اپنے سلسلہ کیلئے۔

مذکورہ بالا خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی آزاد کمیشن بیٹھے تو اس کے سامنے میرے خلاف لڑکوں اور لڑکیوں اور عورتوں کی گواہیاں وہ دِلوادیں گے بلکہ خود میری بھی گواہی دِلوادیں گے۔ جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں، میری اپنی گواہی سے لکھنے والے کی مراد شاید یہ ہو کہ وہ کوئی میری تحریر پیش کرنا چاہتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور کوئی معنے اس فقرہ کے میرے ذہن میں نہیں آئے۔ مگر ایسا ہو تو بھی خلفائے سابق سے میری ایک اور مماثلت ثابت ہوگی۔ پہلے خلفاء کے مقابلہ میں بھی لڑکیاں پیش کی گئیں۔ پہلے خلفاء کے مقابلہ میں بھی تحریریں پیش کی گئیں۔ چاہے ان لڑکیوں کی گواہیاں ہوئیں یا نہ ہوئیں اور چاہے وہ تحریریں کیسی ہی جعلی تھیں مگر بہرحال اِس قسم کے دلائل پہلے بھی پیش ہوتے چلے آئے ہیں۔ پس ان باتوں سے مَیں نہیں گھبراتا۔ میں نے بندوں پر کبھی توکّل نہیں کیا، میرا توکّل محض خدا کی ذات پر ہے۔ اگر میں جماعت سے بھی محبت کرتا ہوں تو صرف اِس لئے کہ یہ خدا نے مجھے دی ہے اور اگر جماعت کے تمام لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں تو میں سمجھ لوں گا کہ یہ خدا نے مجھے نہیں دیئے تھے۔ پس مجھے لوگوں کے ارتداد سے گھبراہٹ نہیں مجھے یقین ہے خدا کے وعدوں پر، مجھے یقین ہے خدا کی نصرتوں پر اور مجھے یقین ہے کہ ہر وہ شخص جو سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھتا ہے وہ نہیں مرے گا جب تک میری بیعت میں داخل نہ ہولے۔ اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جو شخص مجھے چھوڑتا ہے وہ حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑتا ہے وہ رسول کریم ﷺ کو چھوڑتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کو چھوڑتا ہے وہ خدا کو چھوڑتا ہے۔ میں اِس یقین پر قائم ہوں قرآن مجید کے ماتحت، میں اِس یقین پر قائم ہوں حدیث کے ماتحت، میں اس یقین پر قائم ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے ماتحت، میں اس یقین پر قائم ہوں ان رؤیا وکشوف اور الہامات کے ماتحت جو مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے اور میں اس یقین پر قائم ہوں خدا تعالیٰ کی اُن کھلی کھلی تائیدات کے ماتحت جو ہر وقت میرے شاملِ حال ہیں۔ اگر کسی کو خدا تعالیٰ کا یہ عمل نظر نہیں آتا تو وہ اندھا ہے۔ ورنہ جو شخص ایک معمولی بصیرت بھی رکھتا ہو وہ دیکھ سکتا ہے کہ خدا نے ہمیشہ میری امداد فرمائی ہے اور غیب سے میری تائید کے سامان پیدا کئے ہیں اور ہمیشہ اپنے فضل سے وہ میری پشت پناہ بنا رہا ہے۔ اس نے ہر لحہ میری تائید کی، اُس نے ہر گھڑی میری نصرت کی، اُس نے ہر حملہ سے مجھے بچایا، اُس نے ہر میدان میں مجھے کامیاب کیا۔ میں کمزور ہوں اِس کو میں مانتا ہوں، میں کم علم ہوں اِس سے میں ناواقف نہیں، میں نالائق ہوں اِس سے مجھے انکار نہیں مگر خدا تعالیٰ نے مجھ سے پوچھ کر مجھے خلیفہ نہیں بنایا۔ اگر وہ پوچھتا تو میں اس سے ضرور کہتا کہ مجھ میں کوئی خوبی اور لیاقت نہیں۔ مگر کون ہے جو خدا تعالیٰ سے پوچھے کہ تُو نے یہ کام کیوں کیا اور کون ہے جو اس کے فیصلہ پر اعتراض کرے۔ جب اُس نے مجھے اس مقام پر کھڑا کر دیا تو اب میں کھڑا ہوں۔ اِس لئے نہیں کہ اپنی عزت قائم کروں بلکہ اِس لئے کہ خدا کی عزت دنیا میں قائم کروں۔ پس اُسی کے نام کو قائم کرنے، اُسی کی عزت کو بلند کرنے اور اُسی کے جلال کو ظاہر کرنے کیلئے میں کھڑا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آخر دم تک کھڑا رہوں گا اور اس کا عمل بتا رہا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔

پس جو شخص مجھے چھوڑتا ہے وہ خدا کو چھوڑتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی کھلی کھلی تائیدات کو بھی نہیں دیکھ سکتا وہ روحانی اندھا ہے۔ اگر وہ راہِ راست پر نہیں آ سکتا تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میری تو ہر آن اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ اے خدا! مجھ پر بھی رحم کر اور ان پر بھی جن کو تُو نے میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے کیلئے چنا اور اُن پر بھی جو اَب تک اس سے محروم ہیں۔ جس طرح تیرے فضل نے مجھ جیسے کمزور کو ڈھانپ لیا، میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ اِسی طرح وہ فضل ساری دنیا کو ڈھانپ لے۔ وَمَا ذٰلِکَ بِبَعِیْدٍ

عَنْ رَحْمَتِکَ یَارَبِّ۔

(الفضل ۲۰ ؍نومبر ۱۹۳۷ء)

۱؎ البقرۃ: ۱۸۷ ۲؎ الانفال: ۱۸

۳؎ بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک

۴؎ الشوریٰ: ۱۲

۵؎ بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد وتقبیلہ......(الخ)

۶؎ الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء

۷؎ الاعراف: ۱۵۷ ۸؎ البقرۃ: ۲۷ ۹؎ الانعام: ۲۲

۱۰؎ درثمین فارسی صفحہ ۱۰۶۔شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ